امام خمینیؒ کا اخلاقی مکتب

سید رمیز الحسن موسوی*

تمہید

انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے اور انسان کی روح و نفس ابدی دائمی ہے نہ فانی۔ دین اسلام کا بنیادی مقصد اسی مجموعے کا ارتقاء اور پیش رفت ہے۔ اسلام جہاں انسان کے جسم اور مادی پہلو کے لئے خصوصی ہدایات رکھتا ہے وہاں اس کی روح اور نفس کے لئے بھی بدرجہ اولیٰ اہمیت اور اہتمام کا قائل ہے۔ انسانی روح اور نفس کی تربیت و تہذیب اور ارتقاء کی ذمہ داری علم اخلاق پوری کرتا ہے۔ جیساکہ تمام انبیائے کرامؑ خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے مبعوث ہونے کا فلسفہ ہی انسانی اخلاق کی تکمیل ہے۔ خود پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے مبعوث ہونے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"بُعِثتُ لأُتَمِّمَ مَکَارِمَ الأخلاق"

یعنی: "میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔"

انبیاءؑ اور معصومین ÷ کے بعد علمائے دین اور فقہائے اسلام کا بھی سب سے بڑا مقصد انسانی معاشروں کی تہذیب اخلاق ہے۔ اخلاق کا دائرہ کار اُتنا ہی وسیع ہے جتنا انسانی امور و معاملات کا دائرہ ہے۔ اس لئے خاندان کے امور سے لے کر معیشت و سیاست اور جہاد و عسکریت کے مسائل کے لئے اخلاقی ضابطے اور احکام کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہعلمائے اسلام اور حکمائے عظام نے فلسفہ اخلاق اور تہذیب نفس سے متعلق خصوصی تصانیف و تالیفات پیش کی ہیں اور تاریخ اسلام کی ابتداء سے لے کر اب تک قرآن کے اخلاقی احکام اور رسول اکرم ﷺ اور ائمہ اطہارؑ کے اخلاقی فرامین اور احادیث کی تفسیر و تشریح میں علمائے اسلام نے قابل قدر کام کیا ہے۔ اس کے بارے میں محققین لکھتے ہیں:

"چونکہ اسلام نے "تہذیب اخلاق" میں ایک نئے مکتب کی بنیاد رکھی ہے، لہٰذا علمائے اسلام نے اس مکتب کے بارے میں بہت زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ اس موضوع میں ان کی زحمات قابل قدر ہیں۔ اس مکتب کی بنیاد قرآن کریم نے رکھی ہے اور اس محکم و نورانی بنیاد کو رسول خدا ﷺ نے اپنے اصحاب کی تربیت کرتے ہوئے، اپنے مقدس کردار و گفتار کے ذریعے بلند کیا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے اس کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ حضرت علیؑ پہلے فرد ہیں جنہوں نے اسلام میں اس موضوع پر بحث و گفتگو کی ہے اور اس مقدس و عظیم مکتب کے مؤسس قرار پائے ہیں۔ اور آپؑ نے جو کچھ رسول خدا ﷺ سے حاصل کیا تھا، اسے مسلمان معاشرے کے حوالے کر دیا ہے۔ حضرت علیؑ، مکتب "بُعِثتُ لأُتَمِّمَ مَکَارِمَ الأخلاق" کے پہلے شاگرد بھی ہیں اور اس مقدس و عظیم مکتب کے عظیم استاد بھی۔ حضرت علیؑ اپنے (اعلیٰ) کردار اور گفتار کی وجہ سے اس علم کے بہترین معلم شمار ہوتے ہیں۔

اس مقدس علم کے بارے میں حضرت علیؑ سے جو گراں قدر سرمایہ یادگار کے طور پر باقی ہے وہ وصیت کے عنوان سے امامؑ کا وہ "رسالہ" ہے کہ جو آپؑ نے اپنے فرزند گرامی حضرت امام حسنؑ (1) کیلئے لکھا تھا۔ کلینیؒ (2) نے اسے کتاب "الرسائل" میں نقل کیا ہے اور ابو احمد حسن بن عبد اللہ بن سعید عسکری (3) نے کتاب "زواجر و مواعظ" میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند، اصبغ بن نباتہ تک پہنچائی ہے۔(4)

---

*۔ استاد علوم اسلامی، جامعہ کراچی

دوسری صدی ہجری میں جس شخص نے سب سے پہلے علم اخلاق میں کتاب تالیف کی ہے وہ اسماعیل بن مھران سکونی ہے کہ جو حضرت امام رضا۔ کے اصحاب میں سے ہے۔ اس نے اپنی کتاب کا نام ”صفت مومن وفاجر“ رکھا ہے۔ (5) اس کے بعد علمائے اسلام نے اس فن میں بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے۔ پانچویں صدی ہجری تک لکھی جانے والی بہترین کتاب حکیم و فلسفی ابن مسکویہ (6) کی کتاب ' ”طھارۃ النفس“ ہے اسے ”طہارۃ الاعراق“ و' ’تہذیب الاخلاق“ اور ” تطہیر الاعراق“ بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب چھ مقالات پر مشتمل ہے اور خواجہ نصیر الدین طوسیؒ نے، اپنی گران قدر تالیف ”اخلاق ناصری“ کے کچھ مطالب اس سے اقتباس کیے ہیں۔ (7)

اخلاقی مکاتب فکر

علمائے اسلام نے اسلام کے مکتب اخلاق میں جو کام کیا ہے اسے ہم اسلوب اور روش کے لحاظ سے چند مکاتب میں تقسیم کر سکتے ہیں، چونکہ اس مقالے میں ہم نے عصر حاضر کے ایک عظیم معلم اخلاق حضرت امام خمینیؒ کے مکتب کا مطالعہ پیش کرنا ہے جس کو سمجھنے کے لئے اسلوب و روش کے لحاظ سے اسلامی اخلاق کے مختلف مکاتب فکر سے آگاہی ضروری ہے، جس کی مختصر وضاحت یوں ہے:

۱۔ معاشرتی واجتماعی اخلاق

اخلاقیات کے بارے میں انتہائی سرسری نظر سے دیکھیں تو ہمیں اس کا معاشرتی اور اجتماعی پہلو زیادہ اہم نظر آتا ہے چونکہ انسان ایک مدنی الطبع مخلوق ہے اور وہ کسی نہ کسی انسانی معاشرے میں ہی پیدا ہوتا ہے اور اُسی میں پلتا اور بڑھتا ہے اور معاشرے میں ہی رہ کر اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے پر مجبور ہے۔ لیکن انسانی ضروریات ومفادات ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ چونکہ انسان کی خواہشات اور آرزوئیں بہت وسیع ہیں، جبکہ اُن کو پورا کرنے کے وسائل محدود ہیں۔

اس صورت میں اگر انسان بغیر کسی ضابطے اور قانون کے کوئی کام کرے گا تو اُسے بہت جلد شدید رد عمل کا سامنا کرتے ہوئے بہت سے مفادات سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جس کی وجہ سے اُس کا آرام وسکون، پریشانی اور محرومیت میں تبدیل ہو جائے گا۔ لہٰذا انسان کو زندگی میں آرام وآسائش حاصل کرنے کے لئے ایسا معاشرتی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے کہ جس کی وجہ سے اُس کی خواہشات اور آرزوئیں بھی پوری ہو جائیں اور اُس کا کسی دوسرے انسان کے ساتھ ٹکراؤ بھی عمل میں نہ آئے اور وہ ایک لذت بخش زندگی سے بہرہ مند ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے انسان جس ضابطے اور قانون پر عمل کرنے پر مجبور ہے اُسے ”خلاق“ کہا جاتا ہے۔

اس نقطہ نظر کے مطابق خوش اخلاقی، کردار ورفتار میں نرمی، زبان کی شرینی، اطمینان وسکون، بدگمانی سے پرہیز اور اُمید واری جیسی انسانی خصوصیات، مثبت خصوصیات شمار ہوتی ہیں۔ لیکن دوسرے مکاتب اخلاق کے لحاظ سے اس قسم کا اخلاقی مکاتب بعض جہات سے محل تأمل ہے۔ مثلاً اس قسم کا معاشرتی اور اجتماعی اخلاق فقط انسان کے ظاہری تعلقات ہی کو دیکھتا ہے، اُس کی ”نیت“ اور ”باطن“ کو نہیں دیکھتا۔ اسی طرح معاشرتی اخلاق میں انسان کا اخلاقی طرز عمل اختیار کرنے کا اصل محرک اپنے دنیوی مفادات کا تحفظ ہے، اس میں فقط اپنا انفرادی اور دنیوی مفاد ہی مد نظر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ معاشرتی اخلاق کی بنیاد فقط احساسات، وقتی مصلحتوں اور قومی رسم ورواج پر استوار ہوتی ہے۔

۲۔ عقلی اور فلسفی اخلاق

اس مکتب اخلاق کے مطابق خیر وکمال کا اصلی محور عقل ہوتی ہے۔ جس کام کو عقل، انسان کے لئے اچھا، بہتر اور باعث کمال سمجھتی ہے وہی قابل عمل ہوتا ہے۔ عقلی اور فلسفی مکتبِ اخلاق میں اخلاقی برائیوں کا اصل سبب، جہالت اور کم عقلی ہے۔ اس لئے اخلاقی برائیوں کے خلاف جدوجہد کے

لئے ہمیں انسانوں کی عقل اور علم میں اضافے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس افلاطونی اور سقراطی مکتب کی وضاحت ہم آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ کے الفاظ میں کرتے ہیں:

افلاطون اور اس کے اُستاد سقراط کا خیال ہے کہ بھلائی اور خیر کے مطابق عمل کرنے کے لئے اُن کی شناخت ہی کافی ہے؛ یعنی ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک انسان کسی نیک اور اچھے کام کو پہچانتا ہو اور پھر اس پر عمل نہ کرے، اس کے عمل نہ کرنے کی وجہ اس کی جہالت ہے۔ پس اخلاقی برائی کے خلاف جدوجہد جہالت کو ختم کرکے ہی کی جا سکتی ہے"۔ (8)

اسی مطلب کے بارے میں محمد علی فروغی اپنی کتاب "سیر حکمت در اروپا" میں لکھتے ہیں: چونکہ نیکوکاری، اچھائی و برائی کی تشخیص پر موقوف ہوتی ہے، یعنی یہ ایک طرح کی دانائی اور علم ہے۔ درحقیقت فضیلت سے مراد علم و دانش اور حکمت (فلسفہ) ہی ہے۔ لیکن اس علم و دانش کو خوف کے سلسلے میں استعمال ہونا چاہیے؛ یعنی اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ انسان کو کس چیز سے ڈرنا چاہیے اور کس چیز سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اس سے مراد "شجاعت" ہے اور جب یہ نفسانی تقاضوں کا خیال رکھنے کے معنٰی میں استعمال ہو تو اسے "عفت" کہتے ہیں۔ اور جب اُن قواعد وضوابط کے بارے میں علم کے طور پر استعمال ہو کہ جو لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات پر حاکم ہوتے ہیں تو اس وقت یہ علم "عدالت" کہلاتا ہے۔ اور اگر اس میں خالق کے بارے میں انسانی فرائض کو مدنظر رکھا جائے تو یہ دینداری اور خداپرستی ہے۔ یہ پانچ فضائل یعنی حکمت، شجاعت، عفت، عدالت اور دینداری وخداپرستی سقراطی اخلاق کا اصول اول ہے"۔ (9)

۳۔ عرفانی اخلاق

یہ اخلاقی مکتب، نفس کی ریاضت اور مجاہدت کے ذریعے دل کو آلودگیوں سے پاک کرنے اور "محاسن اخلاق" سے مزین کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ حقیقت تک رسائی حاصل کی جا سکے۔ اس مکتب میں قلبی اور عملی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ فلسفی و عقلی کوشش کی۔ عرفان کی نظر میں انسان فقط تزکیہ نفس کے ذریعے ہی روحانی ارتقاء حاصل کر سکتا ہے اور قلب کے راستے سے قرب الٰہی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ سیر وسلوک کے دشوار گذار گھاٹیوں سے گذر کر کمال مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کے عشق کو پا سکتا ہے۔ (10)

عارف کی نظر فلسفی کے برعکس، خدا کی طرف سے عطا شدہ معرفت اور علم لدنی پر ہوتی ہے۔ وہ رسمی علوم کو مقام قرب الٰہی کے لئے مفید نہیں جانتا اور اس کے نزدیک کتاب ومکتب خانہ ایک افسون اور افسانے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بقول اقبالؒ:

تب وتابی کہ باشد جاودانہ — سمند زندگی را تازیانہ
بہ فرزندان بیاموزایں تب وتاب — کتاب ومکتب افسون وفسانہ

امام خمینیؒ کا اخلاقی مکتب

اخلاق کو امام خمینیؒ کے فکری نظام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور حقیقت میں امام خمینیؒ کے نزدیک تمام علوم کا محور اخلاق ہی ہے۔ امام خمینیؒ رسول خدا ﷺ، سے منقول ایک حدیث سے استناد کرتے ہوئے تمام علوم کو تین کلی موضوعات کے تحت قرار دیتے ہیں، چونکہ انسان تین وجودی عوالم کا حامل ہے۔ ایک اس کا ظاہری وحسی عالم ہے، دوسرا مثالی اور تیسرا عقلی عالم ہے۔

معاشرتی علم اور احکام فقہ اس کے پہلے عالم سے تعلّق رکھتے ہیں اور عقلی علوم تیسرے عالم سے مربوط ہیں جبکہ جو چیز دوسرے عالم سے تعلق رکھتی اور اس کی تکمیل کرتی ہے وہ "اخلاق" ہے۔ اگر انسان جبلّیات کے اصول و قانون سے آگے بڑھنا چاہے تو اسے وسیع معنوں میں اخلاق کی ضرورت

ہوتی ہے۔ اس نظریے کے مطابق اخلاق فقط چند محدود اخلاقی واحکام میں ہی منحصر نہیں، بلکہ حقیقت میں وہ ایک ایسا علم ہے کہ جو انسان کے عمیق ترین وجودی پہلوؤں کی جستجو کرکے انہیں روشن اور واضح کرتا ہے اور اس کے فاسد پر نشتر لگا کر اس کا علاج کرتا ہے۔

اس قسم کا اخلاق در حقیقت، انسان کی نظری (Theoretical) اور عملی (Practical) شناخت پر مبنی ہے اور ایک محکم و پائیدار اصول سے آگاہی اور اس پر عمل کرنے سے عبارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس علم کو سب سے زیادہ محترم علم اور بعثت انبیاء ÷ کی غرض وغایت قرار دیا گیا ہے۔ رسول خدا ﷺ کا فرمان بھی اس قسم کے اخلاق کی جانب اشارہ ہے کہ جسے آپ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے انسان خود کو بہت سے علوم سے بے نیاز قرار دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو اخلاق سے بے نیاز نہیں سمجھ سکتا، کیونکہ یہ علم دونوں جہاں (دنیا وآخرت) کا سرمایۂ سعادت ہے۔ جیسا کہ امام خمینیؒ لکھتے ہیں:

"حضرت خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کی غرض وغایت اور دعوت کا نتیجہ مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔ احادیث شریفہ میں معارف (عقائد) کے بعد تفصیل واجمال سے جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ مکارم اخلاق ہی ہے اور اس کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ جسے ہم بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ البتہ اتنا (سب کو) معلوم ہے کہ حیات ابدی، آخرت کا سرمایہ اور اس عالم کی زندگی کا رائس المال انسان کیلئے اخلاق کریمہ کا حصول اور مکارم اخلاق (اچھے اخلاق) سے متصف ہونا ہے۔ وہ بہشت کہ جو اخلاق کریمہ کے ذریعے انسان کو عطا ہوگی وہ بہشتِ صفات کہلاتی ہے کہ جسے اس بہشت سے کوئی نسبت حاصل نہیں کہ جسے جسمانی اعمال کی بہشت کہا جاتا ہے"۔ (11)

اخلاق اپنے اس خاص مقام ومنزلت کے ساتھ ہمیشہ امام خمینیؒ کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ حضرت امام خمینیؒ روز اول سے کہ جب ایک استاد تھے، پھر اس کے بعد جب انہوں نے میدان سیاست میں قدم رکھا اور عوام کی قیادت وانقلاب کی رہبری کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائی اور اسلامی جمہوریہ کی بنیاد رکھی، ان سب مراحل میں اول سے آخر تک آپؒ کی خاص توجہ کا محور ومرکز، اخلاق ہی تھا۔ وہ تقریباً تمام اجتماعی اور سیاسی مسائل کو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے ہی دیکھتے تھے اور اعلیٰ حکام اور عوام کو ان کی نصیحتیں اور سیاسی پیغامات اس بات کے گواہ ہیں۔ اگر ان سب پیغامات کو ہم ان کے مناسبتوں سے الگ کرکے دیکھیں تب بھی وہ بہترین اخلاقی درس کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان سے سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔

لیکن امام خمینیؒ کی نظر میں اخلاق چند نصیحتوں اور احکام تک محدود نہیں ہے، بلکہ عمیق فلسفی، کلامی اور انسانی معرفت پر مبنی اصول وتعلیمات پر استوار ہے۔ اخلاق کے بارے میں امام خمینیؒ کی نگاہ ایک حکیمانہ نگاہ ہے۔ یعنی وہ اخلاقی رذائل وفضائل کی دقیق تحلیل کرنے اور ان کے بارے میں فلسفیانہ بحث کرنے کے بعد اس اخلاقی فعل کے فوائد اور نقصانات کو بھی بیان کرتے ہیں۔

اگرچہ امام خمینیؒ دینی اخلاق پر گہرا اعتقاد رکھتے ہیں اور اخلاقی رذائل وفضائل کو احادیث معصومینؑ سے استنباط کرتے ہیں، لیکن وہ فقط سنت (احادیث) کے نقل پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ان احادیث کے تجزیہ وتحلیل اور اخلاقی مفاہیم کی وضاحت کیلئے عقل سے بھی مکمل استفادہ کرتے ہیں۔ عقل ونقل کی ہمراہی کی یہ روش کہ جو ہمیشہ سے بزرگ شیعہ علماء میں مقبول رہی ہے، حضرت امام خمینیؒ کی اخلاقی مباحث میں بہت واضح نظر آتی ہے۔ اگر کوئی شخص امام خمینیؒ کی اخلاقی اور عرفانی کتابوں کا بار بار مطالعہ کرے تو وہ ان کے اخلاقی تعلیمات کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے۔ (12)

حضرت امام خمینیؒ جہاں ایک زبردست فلسفی تھے وہاں ایک عارف کامل بھی تھے۔ دونوں علوم میں امامؒ کو پورا تسلط حاصل تھا اور عرفان عملی میں تو امامؒ یگانہ روزگار سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے امامؒ کے اخلاقی مکتب میں ہمیں عرفانی اخلاق بھی پوری طرح جلوہ گر نظر آتا ہے اور فلسفے کی بھی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ اگرچہ عرفاء اپنے عرفانی مباحث میں عرفانی اصطلاحات سے آگاہ مخاطبین اور سیر وسلوک میں ایک خاص مقام رکھنے والے افراد کی طرف ہی توجہ دیتے ہیں اور ہمیشہ فنی اصطلاحات اور تعبیرات استعمال کرتے ہوئے اُن کی رہنمائی کرتے ہیں لہٰذا امام خمینیؒ نے ان لوگوں کے لئے بھی علمی مطالب بیان کئے ہیں اور عام لوگوں کے لئے بھی اجتماعی اخلاق وعرفان کی تعلیمات وہدایات پیش کی ہیں۔

یہی خصوصیت امام خمینیؒ کے مکتب اخلاق کو دوسرے تمام اخلاقی مکاتب کی نسبت قرآنی مکتب اخلاق کے نزدیک کر دیتی ہے۔ چونکہ قرآن ''ھدیً للناس'' ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ قرآنی ہدایت اور ربانی تزکیہ کے حامل بنا کر لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں:

''وَمَاأَرْسَلْنَاكَ إِلاَّ كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا'' (سبأ ۲۸)

امام خمینیؒ کی کتب و تعلیمات کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت امامؒ ایک عارف کامل اور برجستہ فلسفی ہونے کے باوجود فلسفی اور عرفانی مسلک سے متاثر ہونے کے بجائے قرآن اور عترت کے مشرب ناب سے سیراب شدہ تھے جس کی بہترین دلیل امامؒ کی علم و عمل میں جامعیت اور اعتدال پسندی ہے جو انسانوں کی طرف سے پیش کئے گئے مسالک و مکاتب فکر میں نظر نہیں آتی۔ امامؒ کی علمی عملی سیرت و روش بہت حد تک قرآن اور عترت اہل بیتؑ سے متأثر نظر آتی ہے۔

اپنے اخلاقی مسلک و مکتب میں امامؒ نے عرفانی سیر و سلوک، اخلاق اور تزکیہ نفس میں ایک نمایاں مقام پیدا کیا ہے اور صوفیانہ ریاضتوں اور باطنیت کی مکمل نفی کی ہے۔ امامؒ طریقت کو سوائے شریعت کے کسی اور ذریعے سے طے نہیں کرتے۔ امام خمینیؒ اُن لوگوں کو بے خبر اور خود بین سمجھتے ہیں کہ جو اپنے لئے ''اہل اللہ'' کا لقب استعمال کرتے ہیں اور ظاہر و باطن شریعت سے بے خبر و جاہل ہیں۔ اسی لئے امامؒ جب علم اخلاق میں لکھی جانے والی کتابوں کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں تو واضح الفاظ میں لکھتے ہیں:

''یہاں تک کہ علمائے اخلاق (جنہوں نے علم اخلاق کی بنیاد رکھی ہے، نیز علم اخلاق کا علمی اور فلسفی تجزیہ کیا ہے) کی علمی تالیفات بھی تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے معاملے میں مکمّل طور پر نہ ہو تو کافی حد تک غیر مؤثر ہیں۔ مثال کے طور پر کتاب ''طہارۃ الاعراق'' (13) جو عظیم محقّق ابن مسکویہ (14) کی تالیف ہے یا اخلاق ناصری (15) جو حکیم الٰہی، متبحر فلسفی، افضل المتاخرین نصیر الملۃ والدین خواجہ نصیر الدین طوسی قدس سرّہ (16) کی تالیف ہے، نیز احیاء العلوم (17) جو غزالی (18) کی تالیف ہے۔

ان کتب اور مباحث کو ہم تاریخ اخلاق کہہ سکتے ہیں جو قصص و حکایات اور امثال و واقعات پر مشتمل ہے۔ ان چیزوں کا مطالعہ انسان کو اس کے اصلی ہدف اور مقصد سے ہٹانے کا باعث بنتا ہے۔ غزالی کی کتاب احیاء العلوم کو تمام علما مدح و تحسین کی نظر سے دیکھتے اور یاد کرتے ہیں، نیز اسے علم اخلاق میں حرف اول و آخر سمجھتے ہیں، لیکن میری نظر میں یہ کتاب اخلاق کی اصلاح کرنے، خرابیوں کا خاتمہ کرنے اور باطن کو سنوارنے کے معاملے میں مفید و مددگار نہیں ہے، بلکہ خود ساختہ مباحث کی کثرت، علمی و غیر علمی موضوعات کی زیادتی، نیز سچّے اور جھوٹے نکات کا بے جا نقل کیا جانا انسان کو اس کے اصلی ہدف سے دور رکھتا ہے اور اسے اخلاق کی تطہیر و اصلاح سے روکتا ہے۔(19)

امام خمینیؒ کے اخلاقی مکتب کے بنیادی اصول

امام خمینیؒ کے اخلاقی مسلک و مکتب کے چند اصول و مبانی ہیں کہ یہاں جن میں سے اہم ترین اصولوں کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے:

ا۔ سیر و سلوک اور اخلاق میں اُستاد کی ضرورت

چونکہ امام خمینیؒ مکتب قرآن کے شاگرد ہیں لہٰذا وہ انبیاء و رسل اور اُسوہ، نمونہ عمل کو تہذیب اور تزکیہ نفس میں ضروری سمجھتے ہیں۔ امامؒ کے نزدیک بغیر اُستاد اور رہنما کے سیر و سلوک اور اخلاقی تزکیہ ایک خطرناک کام ہے جس میں انسان سے بہت سی لغزشیں سرزد ہو سکتی ہیں۔ امامؒ قرآن میں حضرت موسیٰ۔ اور حضرت خضر۔ کے واقعے کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بغیر اُستاد و رہنما کے یہ راستہ طے کرنے سے اکثر لوگ گمراہی اور کجروی کا شکار ہوئے ہیں۔ لہٰذا امام اس نکتے پر تاکید کرتے ہوئے راہ عرفان کے سالکین اور تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس کرنے

والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی ماہر وکامل اُستاد کی اقتداء کریں اور ایک پاکیزہ انسان کے ذریعے قرب الٰہی کی راہیں طے کریں۔ اس سلسلے میں امامؒ فرماتے ہیں:

''جان لو! اس روحانی سفر اور ایمانی معراج کو شکستہ پاؤں اور گسَنہ عنان، اندھی آنکھ اور بے نور قلب کے ساتھ طے نہیں کیا جاسکتا۔'' ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نورہ '' پس اس روحانی راستے کو طے کرنے اور عرفانی معراج کے عروج تک پہنچنے کے لئے معرفت اور انوار ہدایت کے راستوں کی ہدایت کرنے والوں کے مقام روحانیت سے تمسک کرنا ضروری ہے کہ جو واصلان الی اللہ اور عاکفان علی اللہ ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اپنی انانیت کے قدم اُٹھاتے ہوئے اور ان ہستیوں کی ولایت سے تمسک کئے بغیر یہ راستہ طے کرتا ہے تو اس کا یہ سیر وسلوک شیطان اور جہنم کی طرف ہو گا''۔ (20)

قطع این مرحلہ بی ہمراہی خضر مکن
ظلمات است، بترس از اثر گمراہی!

یعنیؒ ''یہ مرحلہ خضر کی ہمراہی کے بغیر طے مت کرو؛ کیونکہ تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں، لہٰذا بھٹک جانے سے ڈرو!''

اسی لئے امامؒ حوزہ علمیہ کے طلاب سے اپنے لئے اُستاد اخلاق کے انتخاب کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علم اصول وفقہ کے لئے تو اُستاد ضروری ہو، لیکن معنوی اور اخلاقی علوم کے لئے معلم واُستاد کی ضرورت نہ ہو''۔ (21)

۲۔ شریعت کی پابندی

انسان اپنی ذہنی اور عملی محدودیت کی وجہ سے اکثر مسائل کے بارے میں وسعت نظر نہیں رکھتا اور میدان عمل میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معنوی اور اخلاقی تزکیہ کے میدان میں بھی بعض لوگ بالکل ظاہریات کے پابند ہو جاتے ہیں اور ظاہری شکل وصورت کو ہی اخلاقیات سمجھتے ہیں جبکہ کچھ لوگ باطنیت کی طرف مائل ہو کر ظاہر شریعت کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ اُمت وسط کے لئے دین اسلام نے اعتدال کا راستہ انتخاب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ظاہر سے تمسک اور باطن کا اہتمام اس انداز میں کرنا ضروری ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نقصان نہ پہنچے اور رضائے الٰہی کے حصول کا حق بھی ادا ہو جائے۔ چنانچہ امامؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

'' یہ بات سمجھ لیجئے کہ معارف الٰہی کا کوئی بھی راستہ ظاہر شریعت سے ابتدا کئے بغیر طے نہیں کیا جاسکتا اور جب تک انسان شریعت حقّہ کے آداب کا پابند نہ ہو جائے کسی قسم کا اخلاق حسنہ حقیقت نہیں بن سکتا اور نہ ہی معرفت الٰہی کے نور کا اس کے دل میں جلوہ گر ہونا ممکن ہے اور نہ علم باطن واسرار شریعت کا انکشاف اس کیلئے ہوسکے گا، اگر اس کے دل میں حقیقت منکشف ہو بھی جائے اور انوار معارف ظاہر ہو بھی جائیں تو بھی دل ظاہری آداب سے مزین ہوگا۔'' (22)

اسی طرح ایک اور مقام پر شریعت کی پابندی کے بارے میں امامؒ لکھتے ہیں:

''ہمارے کمزور نفوس کو اس کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ ایمان کے آثار ظاہر وباطن، خفیہ اور علی الاعلان ہر ایک میں جاری ہو جائیں اور جیسے قلب سے ایمان کا دعویٰ ہے، ظاہر میں بھی اسلامی حکم کو نافذ کرنا چاہئے تاکہ دل کے اندر ایمان کی جڑیں مضبوط ومحکم ہو جائیں اور کسی قسم کی رکاوٹ یا حائل کی وجہ سے اس میں تغیّر وتبدّل نہ ہوسکے اور اس الٰہی امانت اور طاہر وملکوتی دل کو جو فطرت الٰہی سے خمیر ہوا تھا، شیطان کے تصرف اور دست خیانت سے بچا کر ذات مقدس (خدا) کے حوالے کر دیا جائے۔'' (23)

۳۔ معنوی مقامات پر اعتقاد

امام خمینیؒ کے نزدیک تہذیب نفس اور اخلاقی و عرفانی ترقی وارتقاء کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ معنوی اور روحانی مقامات کا انکار اور اُن پر عدم اعتقاد ہے۔ چونکہ جب شخص کسی چیز کا منکر ہوتا ہے تو پھر اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ اس لئے امامؒ کی نظر میں اصلاح نفس اور خود سازی کی سب سے بڑی آفت معنوی کمالات سے بے اعتنائی اور ان پر اعتقاد نہ رکھنا ہے۔ چنانچہ امام چہل حدیث میں لکھتے ہیں:

> ''روحانی مقامات تک پہنچنے اور حصول کمال کی راہ میں بچھے ہوئے بدترین قسم کے کانٹوں میں سے ایک جو شیطان جیسے رہزن کا ایک بڑا کارنامہ ہے، مقامات ومدارج غیبیہ معنویہ کا انکار ہے اور یہ انکار تمام گمراہیوں اور جہالتوں کا سرمایہ ہے اور ترقیوں کا رک جانا ہے اور یہی انکار، روح شوق کو جو وصول کمالات کیلئے براق ہے، موت میں بدل دیتا اور آتش عشق کو جو رفرفِ معراج کا روحانی کمال ہے، خاموش کر دیتا ہے؛ انسان کو طلب سے روک دیتا ہے۔ (لیکن) اس کے برخلاف اگر انسان مقامات معنویہ اور معارج عرفانیہ سے خالص عقیدت رکھتا ہو اور (ان پر) ایمان لے آئے تو ہو سکتا ہے کہ یہ خود فطری عشق کی آتش کو جو خواہشات نفسانی کے خاک وخاکستر کے نیچے دب گئی ہے، مدد دیدے اور نور اشتیاق کو دل کی گہرائیوں میں روشن کر دے اور پھر رفتہ رفتہ اس کی تلاش میں اٹھ کھڑا ہو اور جہاد کرے تاکہ ہدایت حق شامل حال ہو اور خدا اس کی دستگیری فرمائے''۔ (24)

تزکیہ اخلاق اور تہذیب نفس کے مراحل

امام خمینیؒ کے نزدیک تہذیب نفس اور اخلاقی سیر وسلوک کے لئے سالک کے لئے کچھ مراحل سے گذرنا ضروری ہے۔ دوسرے علمائے اخلاق وعرفان کے برعکس امام خمینیؒ نے ''نفس کے ساتھ جہاد اور مجاہدہ'' کے لئے چار مراتب ومراحل کو طے کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ جس کی مختصر وضاحت امام خمینیؒ کے بیانات اور تحریروں کی روشنی میں کچھ یوں ہے:

ا۔ غور وفکر

جان لو! ''جہاد نفس'' اور حرکت الی اللہ کی پہلی شرط ''غور وفکر'' ہے۔ یہاں پر غور وفکر سے مراد یہ ہے کہ: انسان ۲۴ گھنٹوں میں چاہے تھوڑی ہی دیر کیلئے ہو، یہ سوچے کہ جس خدا نے اس کو اس دنیا میں پیدا کیا ہے، تمام راحت وآرام کے اسباب اس کیلئے مہیّا کئے ہیں، اس کو صحیح وسالم بدن بخشا ہے، اس بدن کو ایسی طاقتیں مرحمت فرمائی ہیں کہ ان میں سے ہر قوت نفع بخش ہے اور جن سے عقل حیران ہے، اور اس کیلئے نعمت ورحمت کی بساط بچھائی ہے اور دوسری طرف سے یہ بھی سوچے کہ اسی خدا نے ہم لوگوں کیلئے اتنے انبیاء بھیجے، کتابیں نازل کیں، ہماری ہدایت کا انتظام کیا ہے۔ اس مالک الملوک خدا کے سامنے ہمارا فریضہ کیا ہے؟''۔ (25)

امام خمینیؒ تخلیقِ کائنات کی غرض وغایت اور کائنات کے انجام کے بارے میں غور وفکر کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''میں امید کرتا ہوں کہ یہ غور وفکر جو شیطان ونفس امارہ سے مقابلے کی خاطر ہے، تمہارے لیے دوسری زندگی پیدا کر دے گا اور اس مقابلے سے تمہیں دوسری منزل کی توفیق نصیب ہو گی''۔ (26)

> ''جان لو کہ تفکّر کی بہت فضیلت ہے۔ تفکّر ابواب معارف کی کنجی ہے اور کمالات وعلوم کے خزانوں کی کلید ہے۔ سلوک انسانیت کی یقینی اور لازمی تمہید ہے۔ قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کی بھرپور تمجید وتعریف کی گئی ہے۔ غور وفکر نہ کرنے والوں کو جھٹلایا گیا ہے اور ان پر طعنہ زنی کی گئی ہے۔ کافی شریف میں اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق ؑ کا قول منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
>
> ''أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ إِدْمَانُ التَّفَكُّرِ فِي اللهِ وَفِي قُدْرَتِهِ'' (27،28)

یعنی: " اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کے بارے میں برابر سوچتے رہنا بہترین عبادت ہے۔"

۲۔ عزم

نفس کے خلاف جہاد اور مجاہدے کی دوسری منزل "عزم" ہے جس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امامؒ لکھتے ہیں: انسان مجاہد کیلئے تفکر کے بعد جو دوسری منزل پیش آتی ہے اس کا نام "عزمیٰ" ہے۔ لیکن یہ ارادے سے علیحدہ ہے جس کو شیخ الرئیس (بو علی سینا) نے اپنی کتاب "اشارات" میں عارفین کا سب سے پہلا درجہ قرار دیا ہے۔ یہاں پر عزم سے مراد یہ ہے کہ انسان پختہ ارادہ کرلے کہ معصیت کا ارتکاب نہیں کرے گا اور کسی واجب کو ترک نہیں کرے گا اور زندگی میں جو واجب چھوٹ گیا ہے یا معصیت ہو گئی ہے اس کا ازالہ کرے گا، یعنی اپنی ظاہری حالت وصورت سے اپنے کو ایک ایسا شرعی و عقلی انسان بنالے گا۔ (29)

امام خمینیؒ اپنے اساتیذ اور مشائخ سے نقل کرتے ہوئے عزم کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "ہمارے بعض مشائخ (اطال اللہ عمرہم) نے فرمایا: عزم انسانیت کا جوہر اور انسان کیلئے میزان امتیاز ہے۔ انسان کے درجات کا فرق، عزم کے تفاوت کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے"۔

ایک اور مقام پر عزم کے بارے میں فرماتے ہیں: "میرے عزیز! اس بات کو سمجھ لو کہ دوسری دنیا کیلئے عزم مصمّم اور طاقتور ارادہ بہت ہی ضروری ولازم ہے۔ بہشت کے اونچے مراتب کا معیار جن کا شمار بہترین بہشتوں میں کیا جاتا ہے وہ انسان کا ارادہ وعزم ہی ہے کہ انسان کے اندر جب تک مضبوط ارادہ اور عزم مصمّم نہ پیدا ہو جائے وہ بہشت اور اس بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتا"۔ (30)

امامؒ کے نزدیک یہ عزم اور قوی ارادہ سیر وسلوک اور تہذیب اخلاق میں بہت ہی ضروری ہے چونکہ اگر انسان کا ارادہ کمزور اور عزم ختم ہو چکا ہو تو انسان تہذیب نفس کے پہلے ہی قدم پر شکست کھا جائے گا۔ انسان کے لئے واجبات کو ادا کرنے اور محرمات سے بچنے اور شریعت مقدسہ کی پابندی کرنے کے لئے ایک صاحب عزم وارادہ نفس کی ضرورت ہے۔

امامؒ فرماتے ہیں: " اے عزیز! اس بات کی کوشش کرو کہ صاحب عزم ومالک ارادہ بن سکو، کیونکہ خدانخواستہ اگر اس دنیا سے بے عزم کوچ کر گئے تو ایک بے مغز ظاہری انسان ہوگے اور اس عالم میں انسانی صورت میں محشور نہیں ہو سکوگے اس لئے کہ وہ عالم کشف باطن اور ظہور سریرہ کی جگہ ہے اور ارتکاب گناہ رفتہ رفتہ انسان کو بے عزم بنادیتا ہے اور عزم جیسے شریف وقیمتی گوہر کو اس سے چھین لیتا ہے"۔ (31)

امام خمینیؒ نے تہذیب نفس کے دوسرے مرحلے کو سورۂ آل عمران کی آیت ۱۵۹ سے اخذ کیا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ پیغمبر اکرم ﷺ سے فرماتا ہے:

" فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ "۔

یعنی: "پس جب آپ پختہ ارادہ کر چکے تو پھر اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک اللہ (اس پر) بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

۳۔ مشارطہ، مراقبہ اور محاسبہ

غور وفکر اور عزم وارادے کے بعد امام خمینیؒ نفس کے خلاف جہاد اور خودسازی کے لئے مشارطہ، مراقبہ اور محاسبہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں امامؒ لکھتے ہیں: "مجاہد (نفس) کیلئے جو چیزیں ضروری ہیں ان میں مشارطہ (عہد)، مراقبہ اور محاسبہ (احتساب نفس) شامل ہیں۔ مشارطہ (عہد) کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً پہلے دن ہی یہ عہد کرلے کہ آج میں خدا کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور اس بات کا عزم محکم کرلے۔ اس کے بعد مراقبے کا مرحلہ آتا ہے۔ اور مراقبے سے مراد یہ ہے کہ عہد کی پوری مدت میں اس پر عمل کی طرف پوری توجہ رکھو اور اپنے کو اس پر عمل کرنے کا پابند سمجھو، اگر خدانخواستہ اس دوران تمہارے دل میں حکم خدا کے خلاف کچھ کرنے کا خیال پیدا ہو تو یقین کرلو کہ یہ شیطان اور اس کے

چیلوں کا کام ہے جو تم کو اپنے عہد سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان شیطانوں پر لعنت کرو اور ان سے خدا کی پناہ مانگو اور اس باطل خیال کو دل سے نکال دو اور شیطان سے کہو میں نے آج کے دن اپنے آپ سے عہد کر لیا ہے کہ حکم خدا کی خلاف ورزی نہیں کرونگا۔

اسی طرح پورا دن گزار دو یہاں تک کہ رات کا وقت آجائے جو احتساب نفس کا وقت ہے۔ محاسبہ اور احتساب نفس کا مطلب ہے کہ اپنے نفس سے حساب لو کہ کیا تم نے اپنے خدا کے ساتھ جو عہد کیا تھا اس کو پورا کر دیا ہے؟ اس سلسلہ میں اپنے ولی نعمت سے کوئی معمولی سی بھی غداری تو نہیں کی؟"۔ (32)

۴۔ مسلسل یاد اور تذکر

ایک اور چیز کہ جو انسان کو شیطان اور نفس کے خلاف جہاد میں بہت زیادہ مدد دیتی ہے اور ایک سالک الی اللہ اس سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے ،وہ "تذکر" ہے۔ امامؒ کے بقول "اللہ تعالیٰ اور اللہ کی طرف سے عطا ہونے والی نعمتوں کی یاد "تذکر ہے۔ (33) چونکہ خدا کی یاد تفکّر کے نتائج میں سے ہے، اس لئے علما نے منزل تفکّر کو منزل تذکّر سے مقدّم جانا ہے۔ جناب خواجہ عبداللہؒ فرماتے ہیں:

"التَّذَکُّرُ فَوقَ التَّفَکُّرِ، فَاِنَّ التَّفَکُّرَ طَلَبٌ وَالتَّذَکُّرَ وُجُودٌ۔۔۔"

یعنی: "تذکّر، تفکّر سے مافوق ہے، اس لئے کہ تفکّر طلب محبوب کا نام ہے اور تذکّر محبوب کی بارگاہ میں حضور کا نام ہے۔۔۔" (34)

امامؒ کے نزدیک غور وفکر ہی سے یاد خدا کی بنیاد فراہم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں فرماتے ہیں: "جیسے کہ روایات شریفہ میں ہے: " ایک سال، ساٹھ سال اور ستّر سال کی عبادت سے ایک ساعت کا تفکّر بہتر ہے" اور اس کی وجہ (بھی) معلوم ہے، اس لئے کہ عبادات کا اہم ترین ثمرہ حصول معارف و یاد معبود ہے اور یہ خاصیت (صرف) صحیح تفکّر ہی سے بہتر طریقے پر حاصل ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ساعت کا تفکّر انسان کیلئے ایسے معارف کے دروازے کھول دے جو ستّر سال کی عبادت سے بھی نہ کھلتے ہوں یا انسان کو محبوب کی ایسی یاد تازہ کرادے جو سالوں کی زحمتوں اور مشقّتوں سے بھی اس مقصد کو حاصل نہ کر سکتا ہو"۔ (35)

یاد خدا سے غفلت اور لہو ولعب اور دنیوی خواہشات میں مشغولیت تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس کے لئے سب سے بڑی آفت ہے اور اُخروی سعادت کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ چیز انسان کو مکمل طور پر حق وحقیقت سے دور کر دیتی ہے۔ اس سلسلے میں امامؒ متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات نفس امارہ و شیطان رجیم کے ہاتھوں اس لئے نصیب ہوتی ہیں کہ ہم یاد حق اور اس کے عذاب وعقاب سے غافل ہوتے ہیں۔ حق سے غفلت دل کی کدورتوں کو زیادہ کرتی ہے، نفس اور شیطان کو انسان پر غالب بنا دیتی ہے اور مفاسد میں روز افزوں اضافہ کرتی ہے۔"

آگے چل کر ایک اور مقام پر یاد خدا کے فوائد کے بارے میں فرماتے ہیں: "(اس کے برخلاف) خدا کی یاد دل کو جلا دیتی ہے، قلب کو صیقل کرتی اور اس کو جلوہ گاہ محبوب بنا دیتی ہے۔ روح کی تطہیر اور اس کو خالص کر دیتی ہے۔ نفس کے قید سے انسان کو آزاد کرا دیتی ہے، حبّ دنیا کو جو تمام غلطیوں کا منشأ اور برائیوں کا سرچشمہ ہے، دل سے باہر نکال دیتی ہے۔

اس لئے اے عزیز! یاد محبوب اور اس کے ذکر کے سلسلے میں چاہے جتنی مشقّتیں برداشت کرو وہ سب کم ہیں۔ دل میں یاد محبوب کی عادت ڈالو، بلکہ خدا چاہے تو قلب کی صورت ذکر حق کی صورت ہو جائے اور کلمہَ طیبہَ {لاٗ الہ الاّٗ اللہ} آخری صورت اور نفس کا انتہائے کمال ہو جائے، کیونکہ سلوک الی اللہ کیلئے اس سے بہتر زاد راہ اور نفس کی برائیوں کیلئے اس سے بہتر مصلح اور معارف الٰہیہ کیلئے اس سے اچھا رہبر نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ اس

لئے اگر تم صوری و معنوی کمالات کے طالب ہو، آخرت کے راستے کے سالک اور مہاجر و مسافر الی اللہ ہو تو اپنے قلب کو ذکر محبوب کا عادی بناؤ اور دل کو یاد حق تعالیٰ (کے پانی) سے دھولو"۔ ([36])

خلاصہ یہ کہ امام خمینیؒ کا اخلاقی مسلک وہی ائمہ معصومین ÷ کا مسلک ہے جس کا اہم ترین محور قرآن اور اہل بیت اطہار ÷ کی سیرت ہے۔ امامؒ اپنے مسلک اخلاق کی وضاحت کے لئے عرفانی اور اخلاقی اصطلاحات پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ انہی اصطلاحات کو وسیلہ بنا کر قرآن اور حاملین قرآن کی تعلیمات کے ذریعے قرب الٰہی کی منازل طے کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ جس کی سب سے بڑی خوبی خشک و تھکا دینے والی رہبانیت نہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ عالم مادہ سے عالم معنویت کی طرف سفر کرنا ہے۔ امام خمینیؒ کے مسلک اخلاق میں مزید جستجو کی جائے تو اخلاص اور انسانوں سے محبت بھی سیر و سلوک کی اہم ترین عنصر کے طور پر نظر آتے ہیں۔ جس کی وضاحت کے لئے ایک الگ مقالے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات اور توضیحات

1۔ صدر، سید حسن، تأسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، ص ۴۰۴۔

2۔ کلینیؒ اپنے زمانے کے عظیم عالم تھے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے زمانہ غیبت صغریٰ میں، بیس سال کے عرصے میں اہل بیت اطہارؑ کی احادیث جمع کرکے، "کافی" جیسی گراں قدر کتاب تالیف کی ہے۔ ان کی ایک دوسری تالیف بھی ہے کہ جس میں آئمہ اثنا عشرؑ کے مختلف رسائل جمع کیئے ہیں۔ ان کا نام محمد، کنیت ابو جعفر ہے اور ان کے والد کا نام یعقوب تھا، وہ کلین کے رہنے والے تھے جو تہران کے گرد و نواح میں واقع ہے۔ کلینیؒ بغداد میں فوت ہوئے اور وہیں ان کی قبر مشہور ہے۔

3۔ وہ بزرگ اہل سنت علما میں سے تھے۔ صاحب بن عباد ان سے ملنے کے متمنی تھے انہوں نے گراں بہا تالیفات چھوڑی ہیں وہ جمعرات ۱۶ شوال ۲۹۳ھ میں متولد اور جمعہ ۷ ذی الحجہ ۳۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ عسگری، عسگر مکرم سے منسوب ہے کہ جو خوزستان میں واقع ہے (وفیات الاعیان)۔

4۔ اصبغ بن نباتہ مجاشعی، امیر المؤمنین علیؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ انکا شمار جنگ صفین میں امامؑ کے سپہ سالاروں میں ہوتا تھا۔ وہ تا دمِ مرگ امامؑ کی بیعت میں رہے۔ وہ عہد نامہ مالک اشتر کے راوی بھی ہیں۔

5۔ صدر، سید حسن، تأسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، ص ۴۰۴۔

6۔ یہ فلسفی و دانشور، احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ رازی ہیں۔ علمِ اخلاق میں ان کی دوسری کتاب کا نام ــ "آداب العرب و الفرس" ہے۔ ان کی ایک اور فلسفی کتاب فارسی میں ہے، جس کا نام "جاویدانِ خرد" ہے جو تقریباً ۵ ہزار سطر پر مشتمل ہے۔ ان کی ایک کتاب تاریخ میں بنام "تجارب الامم" ہے۔ وہ عضدالدولہ دیلمی کے دربار میں بلند منصب پر فائز تھے۔ اور اس کی جانب سے بطور سفیر سلاطین کے پاس جاتے تھے۔ ان کا مذہب کاملاً روشن نہیں لیکن مشہور ہے کہ میر داماد انھیں شیعہ جانتے تھے اور جب بھی اصفہان میں ان کی قبر کے پاس سے گزرتے تو وہاں کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے۔

7۔ رضا صدر، استقامت، مقدمہ، ص ۱۰۔

8۔ مطہری، مرتضیٰ، آشنائی باعلوم اسلامی ج ۴، ص ۲۹۔

9۔ فروغی، محمد علی، سیر حکمت در اروپا، انتشارات زوار، تہران، ص ۱۸؛ بحوالہ پژوہشہای قرآنی، شمارہ: ۲۰، ۱۹۔

10۔ مجلّہ حوزہ، شمارہ ۱۰، ص ۸۹۔

11۔ امام خمینیؒ، شرح چہل حدیث (فارسی)، ص ۵۱۱۔

12۔ اسلامی، سید حسن، امام خمینی اور اخلاق وسیاست، ص ۱۵

13۔طہارۃ الاعراق فی تحصیل الاخلاق علم اخلاق پر ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اس کے مصنف عالم ربانی، ابو علی ابن مسکویہ رازی، متوفی ۴۲۱ ہجری ہیں۔ یہ کتاب تہذیب الاخلاق اور طہارۃ النفس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ یہ ایران، مصر اور لبنان سے بھی کئی بار چھپ چکی ہے۔ (دیکھئے الذریعہ، ج ۱۵، ص ۱۸۸)۔
14۔احمد بن محمد بن یعقوب خازنؒ، جن کی کنیت ابو علی ہے اور وہ ابن مسکویہ کے نام سے مشہور ہیں، شہر رے میں پیدا ہوئے۔ زندگی کے آخری ایام تک اصفہان میں رہے۔ ان کا شمار نامی علما وفلاسفہ میں ہوتا ہے۔ وہ شیخ الرئیس ابو علی سینا کے معاصر تھے اور عضد الدولہ کے خواص میں شامل تھے۔ فلسفہ، اخلاق اور تاریخ میں ان کی کئی تالیفات ہیں جن میں طہارۃ الاعراق سب سے زیادہ معروف ہے۔ (دیکھئے الکنیٰ الالقاب، تالیف شیخ عباس قمی، ج ۱، ص ۳۲۵)۔
15۔اخلاق ناصری، علم اخلاق کی فارسی کتاب ہے۔ اس کے مؤلف محقّق و فلسفی، خواجہ نصیر الدین طوسیؒ، متوفی ۶۷۲ ہجری ہیں۔ یہ کتاب گویا ابن مسکویہ کی کتاب طہارۃ الاعراق کی شرح ہے۔ البتہ اس میں دو مقالات کا اضافہ ہوا ہے جن کے نام "تدبیر منزل" اور "سیاست مدن" ہیں۔ محقّق طوسی نے یہ کتاب امیر ناصر الدین عبدالرحیم کے نام زندان قہستان میں لکھی۔ یہ کتاب تین ابواب اور تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ (دیکھئے الذریعہ، ج ۱، ص ۳۸۰)۔
16۔محمد بن محمد بن حسن المعروف "خواجہ نصیر الدین طوسیؒ" علم و حکمت اور ریاضی کے جیّد عالم تھے۔ بہت سے علما اور بزرگان دین نے ان کی تعریف کی ہے۔ وہ گیارہ جمادی الثانی ۵۹۷ھ کو طوس میں پیدا ہوئے اور بروز عید غدیر ۶۷۲ کو ان کی وفات ہوئی اور کاظمین میں دفن ہوئے۔ مختلف علوم وفنون، مثلاً فلسفہ، کلام، ریاضیات، علم ہیئت، نجوم اور اخلاق وغیرہ میں ان کی بے شمار تالیفات ہیں جن میں سب سے معروف، شرح الاشارات، تجرید الاعتقاد، تحریر اقلیدس، اخلاق ناصری اور اوصاف الاشراف ہیں۔ (دیکھئے الکنیٰ والالقاب، ج ۳ ص ۲۵۱)۔
17۔احیاء علوم الدین، اخلاق اسلامی کے موضوع پر شیخ ابو حامد محمد غزالیؒ کی کتاب ہے۔ وہ ۴۵۰ ہجری میں متولد ہوئے اور ۵۰۵ یا ۵۰۷ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ یہ کتاب علم اخلاق کی عظیم ترین اور تفصیلی ترین کتابوں میں سے ایک ہے یہاں تک کہ اس کے بعد لکھی جانے والی بہت ساری کتابوں میں اس کتاب کی خوشہ چینی کی گئی ہے۔ احیاء العلوم کئی بار چھپ چکی ہے۔ (دیکھئے محمد علی خیابانی کی ریحانۃ الادب، ج ۴ ص ۲۳۷)۔
18۔ابو حامد محمد بن محمد بن احمد المعروف "حجۃ الاسلام غزالیؒ" عظیم شافعی عالم تھے۔ وہ ۴۵۰ میں طوس کے گاؤں غزالہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۵۰۵ یا ۵۰۷ میں وفات پائی۔ ۴۸۴ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کے مدرس مقرر ہوئے۔ ان کی تالیفات بہت زیادہ ہیں جن میں سے اکثر ان کی اپنی فکری تخلیق ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور علم اخلاق میں، احیاء العلوم، اور شافعی فقہ میں، الوجیز، ہیں۔ (ریحانۃ الادب، ج ۴ ص ۲۳۷)۔
19۔امام خمینیؒ، شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۷۔
20۔امام خمینی، آداب الصلوۃ، ص ۱۳۵
21۔مختاری، رضا سیمای فرزانگان، ص ۷۴۔
22۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۸۔
23۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۵۳۶۔
24۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۵۰۷۔
25۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۶۔
26۔(ایضاً)
27۔کلینی، اصول کافی، ج ۲، ص ۵۵، کتاب ایمان و کفر، باب تفکر، حدیث ۳۔
28۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۱۹۱
29۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۷۔
30۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۱۲۵۔
31۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۸۔
32۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۹۔

33۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۱۰۔
34۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۲۹۱۔
35۔امام خمینی، چہل حدیث، ص ۳۵۰۔
36۔ایضاً، ص ۳۵۱۔

منابع ومآخذ

(اس مقالے کی تیاری میں درج ذیل اہم منابع سے استفادہ کیا گیا ہے)

۱۔ امام خمینی۔ چہل حدیث۔ (فارسی اور اُردو)
۲۔ امام خمینیؒ، شرح حدیث جنود عقل و جہل (فارسی واُردو)
۳۔ آیت اللہ رضا صدرؒ، استقامت (اُردو)
۴۔ آیت اللہ مرتضیٰ مطہری، آشناہی باعلوم اسلامی
۵۔ مجلّہ پژوھشھای قرآنی، ، دفتر تبلیغات قم، شمارہ: ۲۰،۱۹۔
۶۔ مجلّہ حوزہ، شمارہ ۱۰، دفتر تبلیغات قم۔
۷۔ رضا مختاری، سیمای فرزانگان، دفتر تبلیغات قم۔
۸۔ اسلامی، سید حسن، امام خمینی اور اخلاق وسیاست، مؤسسہ تنظیم نشر آثار امام خمینی، تہران۔
۹۔ صدر، سید حسن، تأسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، قم

*****